Amos

Amos Mirza — as Arithmetician

قادیانی محاسب

اور

خداوند مسیح کے شاگردوں کی تعداد

مصنفہ

سلطان القلم جناب مسٹر اکبر مسیح صاحب مرحوم

جو پہلے رسالہ تجلّی لاہور میں چھپا اور

جسکو

اب مناسب ترمیم و تنسیخ کے بعد

آغا شہباز خاں نے شہر سیالکوٹ سے شائع کیا

سنہ ۱۹۲۸ء

باراول (۱۰۰۰)

قیمت ا/۶ پائی

سلسلہ سالک مرداریہ

ٹریکٹ ۵

قادیانی محاسب اور خداوند مسیح کے شاگردوں کی تعداد

سر سید احمد مرحوم نے اپنے آخری مضمون ازدواج مطہرات میں خداوند مسیح کے مریدوں کی تعداد کی نسبت ایک بڑی غلطی کی تھی۔ اُنہوں نے لکھا تھا۔ "حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ابتدائی عمر کا زمانہ مہاجرت میں گذرا اور اخیر زمانہ کچھ بہت طویل نہ تھا کیونکہ صرف ۳۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ اُس وقت تک صرف ستر آدمی آپ پر ایمان لائے تھے"۔ قادیانی فرقہ نے سید کے تمام خیالات کو مسخ کر کے سرقہ کر لیا اور آخری فقرہ کی غلطی کو آمنا صدقنا کہہ کر قبول کر لیا اور اپنی بنا لیا۔

ہم ضربت عیسوی میں دکھا چکے ہیں کہ مسیح خداوند کی موت کے بارہ میں مرزا نے بالکل سر سید کے خیالات نقل کر کے صرف خان یار کی قبر کا اضافہ کر دیا یہ بات مشہور ہے کہ عادی چور اور ڈاکو مال مسروقہ کی حیثیت تبدیل کر دیتے ہیں کہ شناخت نہ ہو سکے۔ اکثر ان میں کوئی نقص پیدا کر دیتے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال مرزائیوں کا ہے۔ وہ سر سید کے عمدہ خیالات میں اپنی حماقت تعصب اور خباثت کو ملا کر اپنی چوری چھپانا چاہتے ہیں اور ان کی غلطیوں کو اور بھی بھونڈا اور بدنما کر کے ایجاد بندہ بتلاتے ہیں۔

۱۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور سے ۸ ر پر ملتی ہے۔ خرچ ڈاک علاوہ۔

خداوند مسیح کے سوانح میں کئی امر حیرتناک ہیں جن کی نظیر دُنیا کے کسی مصلح کی حیات میں نہیں ملتی۔ آپ کی کل مدت عمر ۳۳ برس تھی جس میں آپ کی تبلیغ کا زمانہ ایک یا ڈھائی برس کے اندر اندر ہے اور عیسائیت کی یہ عظیم الشان سلطنت جس نے تمام جہان کے مذاہب کو اپنی تعداد اپنی تہذیب اپنی فتحمندی اور اقتدار سے نیچا کر رکھا ہے اسی قلیل مدت کا نتیجہ ہے۔ مہاتما بُدھ نے پچاس برس تبلیغ دین کی۔ حضرت محمد نے تئیس برس۔

مصلحین نے اپنے دین کو ایک ظاہری کامیابی کی حالت میں چھوڑا۔ ترقی کی راہ میں رواں۔ پھر اگر اُن کے دین نے بھی ترقی ہوئی تو توقع کے موافق۔ بُدھ نے اپنے شاگردوں کے درمیان اسی برس کی عمر کو پہنچ کر عافیت کے ساتھ انتقال کیا۔ آنحضرت نے عرب کے قلب کو اپنی زندگی میں فتح کر لیا۔ اور بُت پرستی کے زور کو توڑ کر ملک کے نہایت مضبوط حصہ کو مسلمانی کی حالت میں ایک فوج ظفر موج کے ساتھ چھوڑا۔ یعنی عین عروج کے وقت وہ اس جہان سے اپنے دین کو نصرت کی راہ میں لگا کر گئے۔

عیسویت کی حالت بالکل برعکس ہوئی۔ اُس کے خداوند نے دشمنوں کی فتح کے نعروں کے درمیان صلیب کے اوپر اپنی جان دی۔ دُنیا کی سب سے طاقتور سلطنت کو اپنے خلاف اور اپنی عداوت پر کمربستہ دیکھا اور اپنے شاگردوں کو منتشر اور سراسیمہ اور بقول مرزا ریویو ماہ مئی ۱۹۰۷ء "جس کو یہودیوں نے ذلیل و رسوا کیا اور اُس کی کچھ پیش نہ گئی" اور اُس کی طاقت کا یہ حال ہو کہ عدالتوں میں گھسیٹا جائے اُس کے مُنہ پر تھوکا جائے کوڑے

لگائے جائیں اور آخر گلے میں پھانسی کا رسہ ڈالا جائے" "چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ ایک مسیحیت کے دعویدار کو صلیب پر لٹکانے کا حکم حاکم وقت سے ملا تھا اور اُس نے چپکے سے اُسے قبول کیا اور اُس کے مُنہ پر تھوکا گیا اور وہ کچھ نہ کرسکا اور کوڑے لگائے گئے اور سارا سلوک بدترین مجرموں کا سا کیا گیا اور آخر ہاتھوں میں کیل ٹھونکے گئے اور صلیب پر لٹکایا گیا"۔

مرزا نے خداوند کی شہادت کے واقعات کو بہت مزا لیکر اور مسرت کے ساتھ بیان کیا اور اُن لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہوا جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے کانٹوں کا تاج گوندھا تھا اور ہمارے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ یہ شخص مسیح الدجّال کے دُور کے رشتہ داروں میں ضرور ہے۔ اِنہیں واقعات کو ہم نے بھی نقل کیا ہے۔ مگر دل کے درد کے ساتھ آنکھوں میں آنسو بھر کر واقعات تو سچے ہیں مگر اُن کے بیان میں اور بیان کرنے والوں میں فرق ہوتا ہے ہم اُن کو اس دل اور اُس زبان سے بیان کرتے ہیں جس سے اہلِ بیت کے چاہنے والے معرکۂ کربلا کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہیں مگر مرزا اُس دل سے جس سے یزید اور اُس کے ہواخواہوں نے وہ ستم کئے تھے۔ یزیدیوں نے وہ تمام کوششیں کر ڈالیں جو اہل بیت کا ستیاناس کرنے کے لئے فہم میں آسکتی تھیں مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا۔ سادات برقرار رہے مگر یزیدیوں میں سے کسی کا پتہ نہیں اور ہم کو اس میں خدا کی قدرت نظر آرہی ہے۔ اور اگر خداوند مسیح کے دین کو مٹانے کے لئے رومی حاکم اور یہودی مرزائے قادیانی کو بھی اپنے مشورہ میں لیتے تو بھی کوئی بہتر یا نئی تدبیر نہ نکلتی۔ مگر خدا کی قدرت دیکھو وہ دین ابتک برقرار ہے مسیحیت کا

لقب دُنیا نے اُسی "دعویدار" کو دیا جو مستحق تھا اگرچہ وہ "چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ" مارا گیا اور ہر جھوٹا دعویدار دجال اور کذاب بن جاتا ہے۔ اور یہ بھی شانِ مسیحائی ہے کہ سب سے بڑا فخر جو دشمن اپنے لئے سمجھتا ہے یہی ہے کہ کوئی اُس کو مثیلِ مسیح کہے +

تاریخ میں کسی دین یا تحریک کا آغاز ایسی بے سرو سامانی کے ساتھ نہیں ہوا جیسی مسیحیت کا آغاز اور نہ اُس کا انجام اُس رسوائی میں ہوا جو خدا کو اِس دین کی ابتدائی حالت کے لئے منظور ہوئی۔ اس کے آسمانی دین ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ اُس کا نشوونما کسی زمینی چیز کی طرح نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ خداوند مسیح نے اپنے دین کے مددگار ایسے لوگ منتخب کئے جن کا شمار لوگوں میں نہیں ہو سکتا تھا جن کی شان میں مرنا یہ لکھتا ہے "گیارہ جاہل ناخواندہ ماہی گیر" جو مچھلیاں پکڑتے پکڑتے ساتھ ہو لئے +

کہتے ہیں کہ کسی ولی نے اپنے مریدوں کی اطاعت۔ فرمانبرداری اور عقیدت کا امتحان لینے کو اُنہیں حکم دیا کہ باغچہ میں جا کر فلاں قسم کے پودوں کو لگا دو اور ہدایت کی کہ زمین کھود کر جڑ اوپر اور پتے نیچے کر کے پودا گاڑنا۔ اور پھر کھولتا ہوا پانی تھالے میں بھرنا۔ یہ سُن کر سبھوں نے اعتراض کیا کہ کوئی پودہ اس طرح زمین میں نہیں لگ سکتا۔ اُن میں صرف ایک ایسا نکلا جو بلا چون و چرا جا کر مرشد کے حکم کی تعمیل کر دیگا اور اُس نے ولی کی کرامت دیکھی اور قائل ہو گیا ع

بہ مے سجادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مغاں گوید

بعینہٖ یہی حال مسیحیت کے نشوونما کا ہوا کہ لوگ ہنستے رہے اور اُس وقت ہنسنا بیجا

نہ تھا۔ مگر جو نتیجہ دیکھ چکنے کے بعد بھی وہی ٹر مانکتے اور مچھلیاں پکڑنے والوں پر ہنستے ہیں۔ پھر بھی ماہی گیروں کے مرشد کے مثیل بننے کی آرزو رکھتے ہیں، ہم اُن کو شاباش کہتے ہیں۔ ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

ایک اور حیرت ناک بات بھی ہے جس کی نظیر تاریخ دُنیا نہیں پیش کر سکتی۔ عیسائی لوگ تین سو برس تک انتہا درجہ کی ذلت اور خواری میں بسر کرتے رہے موت اور قید اور رسوائی ہی دُنیا میں اُن کا بخرہ رہا جو کھیت خداوند نے جوتا اُس کو اپنے خون کے قطروں سے بویا اور گیا رہ ماہی گیروں نے اُس کو اپنے اور مریدوں کے خون سے تین سو برس تک سینچا جس کی بدولت یہ کھیتی خوب لہلہا رہی ہے۔ اور وہی عیسائی جنہوں نے دُنیا کو لات ماری تھی آج ہیں کہ دُنیا اور مافیہا اُن کے قدموں سے لپٹی ہوئی ہے اور اُنہوں نے بے مانگے وہ بھی پا لیا جسکے باعث وہ اہل عالم کے رشک بنے ہوئے ہیں حتٰے کہ اُن کی شان میں بھی صادق آیا۔ وجیھًا فی الدنیا والاخرۃ +

مرزا لکھتا ہے یا لکھوا تا ہے (وہی مٹی کا ریویو یا دری صاحبان کی تہذیب) دو کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ غیر اقوام میں سے آپ کے فرضی خدا پر اُس کی زندگی میں کتنے ایمان لائے تھے ...... تم یہودیوں میں سے ہی اپنے فرضی خدا کے اتنے پیرو دکھا دو جو اس فرضی خدا کو حوالات میں دینے کے وقت بھاگ نہ گئے ہوں اور ایمان پر ثابت قدم رہے ہوں اور انکار نہ کر دیا ہو"۔ ہم یہاں صرف خداوند کے مریدوں کی تعداد کی نسبت لکھینگے اور اس امر کا بار ثبوت مرزا کے

اوپر ہے کہ سوائے مقدس پطرس کے کسی اور نے بھی انکار کیا یا یہوداہ کے سوا کوئی اور ایمان پر ثابت قدم نہ رہا۔ ہم کو معلوم ہو گیا کہ قادیانی کے ذہن میں سر سید کی وہ بات جم گئی کہ خداوند کے مریدوں کی تعداد "صرف ستر آدمی" تھی اور ہم اس خیال کی تردید کرتے ہیں +

خداوند مسیح کے شاگردوں کی کوئی مردم شماری نہیں ہوئی تھی جس کی رُو سے اُن کا صحیح شمار و اعداد بتلایا جائے۔ لیکن قرائن موجود ہیں جن کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک یا ڈھائی برس کی قلیل مدت میں آپ نے یہودیوں اور غیر یہودیوں کے درمیان بے شمار مرید بنا لئے تھے جن کی مجموعی تعداد نے اُن کو ایک پولٹیکل وقعت بخش دی تھی جس کے باعث اُس زمانہ کی سب سے طاقتور سلطنت نے اُس کے خلاف اپنا سارا زور لگا دینا اپنا فرض سمجھا محض اس اندیشہ سے مبادا یہ لوگ قوت پکڑ کر سلطنت کو خطرہ میں نہ ڈال دیں اور اُس نے یہ خطرہ برابر تین سو سال تک محسوس کیا حتےٰ کہ روم اور اس کی سلطنت خُداوند مسیح کی غلامی میں داخل ہو گئی +

۱۔ خداوند مسیح سے پہلے یوحنا اصطباغی یعنی حضرت یحیٰے کی بشارت تھی جس کا نتیجہ بطور خلاصہ انجیل شریف میں یہ بیان کیا گیا۔ "اُس وقت یروشلم اور سارے یہودیا اور یردن کے گرد و نواح کے سب لوگ نکل کر اُس کے پاس گئے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا" (متی ۳: ۵ و ۶)۔ اس سے روشن ہے کہ ملک کا ملک حضرت یحیٰے کی طرف اُمنڈ آیا تھا اور اُن سے بیعت کرنے لگا تھا چنانچہ مسیح نے بھی فرمایا ہے "ہر سب لوگوں

نے یہ سُن کے اور محصول لینے والوں نے خدا کی تصدیق کی اور یوحنا کا بپتسمہ لیا (لوقا ۷: ۲۹) چنانچہ منکر لوگ یوحنا کے مریدوں کے سامنے آپ سے انکار کرتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر کہیں تو سب لوگ ہمیں سنگسار کرینگے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ یوحنا نبی تھا۔ (لوقا ۲۰: ۶) بلکہ ہیرودیس کو بھی خوف لگا ہوا تھا اور وہ ہرچند اُسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ مگر عام لوگوں سے ڈرتا تھا کیونکہ وہ اُسے نبی جانتے تھے (متی ۱۴: ۵)

جب مقدس یوحنا نے برملا خداوند مسیح کی تصدیق کر دی تو یہ تمام مرید جو یوحنا فراہم کر چکے تھے۔ خداوند مسیح کے مریدوں کے دائرہ میں داخل ہو گئے اور خود اپنے مُرشد کی وصیت سے مسیح کو وراثت میں ملے اور جب یوحنا کے بعض شاگردوں نے آکر آپ سے کہا "اے ربی جو شخص یردن کے پار تیرے ساتھ تھا جس کی تُو نے گواہی دی ہے۔ دیکھ وہ بپتسما دیتا ہے اور سب اُس کے پاس آتے ہیں۔" تو یوحنا نے خوشی سے جواب دیا "میری یہ خوشی پوری ہو گئی ضرور ہے کہ وہ بڑھے اور میں گھٹوں۔" (یوحنا ۳: ۲۶ تا ۳۰) ہم اِس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیسی بڑی تعداد یوحنا کے شاگردوں کی تھی جو سب کے سب مسیح کے شاگردوں میں مِل گئے۔ جن کی تعداد کو دیکھکر یہودی علما اور ہیرودیس بادشاہ بھی خوف کھاتے تھے۔

۲۔ مگر مسیح کے شاگرد وہی نہ ہوئے جو یوحنا کے شاگرد تھے بلکہ اُن کی تعداد روز افزوں بڑھنے لگی اور اس کا عام چرچا ہونے لگا حتٰے کہ فریسیوں نے سُنا کہ یسوع یوحنا سے زیادہ شاگرد کرتا اور بپتسمہ دیتا ہے۔ گو یسوع آپ نہیں بلکہ اس کے شاگرد بپتسمہ دیتے تھے" (یوحنا ۴: ۱-۲)۔

۳۔ مسیح خداوند کے شاگردوں کی تعداد کا اندازہ کچھ اس بات پر غور کرنے

سے لگ سکتا ہے کہ آپ کی زیارت کرنے کو اور آپ کے وعظ سننے کو لوگ کس طرح دُور دُور سے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر جوق در جوق سر کے بل دوڑتے ہوئے جنگل پہاڑوں اور دریاؤں میں آپ کو کھوجتے ہوئے جمع ہوتے تھے۔ اُن کے کلام کی تاثیر کیسی حیرت انگیز تھی کیونکہ وہ کلام دراصل خدا کا کلام تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہوئے تھے وہ ناکام واپس ہو کر اپنے آقاؤں کے رُوبرُو اقبال کرتے تھے کہ اس آدمی کی طرح کبھی کسی نے کلام نہیں کیا۔ (یوحنا ۷: ۴۶) اس ہجوم کے ساتھ لوگ آپ کا کلام سننے کو آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے کہ آپ کو بارہا کشتی کے اوپر دریا کے اندر پناہ لینا پڑتی۔ اور آپ کشتی میں بیٹھ کر دریا کے کنارے کھڑے ہونے والوں کو وعظ کرتے تھے "جب بھیڑ اُس پر گری پڑتی تھی اور خدا کا کلام سنتی تھی۔ اور وہ گنیسرت کی جھیل کے کنارے کھڑا تھا...... اور اُس نے اُن کشتیوں میں سے ایک پر چڑھ کر جو شمعون کی تھی اُس سے درخواست کی کہ کنارے سے ذرا ہٹائے چل اور بیٹھ کر لوگوں کو کشتی پر سے تعلیم دینے لگا" (لوقا ۵: ۱-۳) "اور یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ جھیل کی طرف چلا گیا اور گلیل سے ایک بڑی بھیڑ پیچھے ہولی اور یہودیہ اور یروشلم اور ادومیہ سے اور یردن کے پار اور صور اور صیدا کے آس پاس سے ایک بڑی بھیڑ یہ سُن کر کہ وہ کیسے بڑے کام کرتا ہے اُس کے پاس آئی۔ پس اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا بھیڑ کی وجہ سے ایک چھوٹی کشتی میرے لئے تیار رہے تاکہ وہ مجھے دبا نہ ڈالیں"۔ (مرقس ۳: ۷-۱۰) غرضکہ خداوند مسیح کی طرف لوگ اس طرح فوج فوج اُمنڈ آتے تھے کہ ایک کے اوپر

ایک گرا پڑتا تھا - ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ لگ گئی - یہاں تک کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا" (لوقا ۱:۱۲) "اور سارا شہر دروازہ پر جمع ہو گیا" (مرقس ۱:۳۳) "اُس کی شہرت تمام سوریہ میں پھیل گئی . . . اور گلیل اور دکاپولس اور یروشلیم اور یہودیہ اور یردن کے پار سے بڑی بھیڑ اُس کے پیچھے ہو لی" (متی ۴: ۲۴-۲۵) "اور کئی دن بعد جب وہ کفرنحوم میں پھر داخل ہوا تو سنا گیا کہ وہ گھر میں ہے۔ پھر اتنے آدمی جمع ہو گئے کہ دروازے کے پاس بھی جگہ نہ رہی اور وہ اُنہیں کلام سنا رہا تھا" (مرقس ۲:۱و۲) اُس نے (مسیح نے) اُن سے (شاگردوں سے) کہا - تم آپ الگ ویران جگہ میں چلے جاؤ اور ذرا آرام کرو - اس لئے کہ بہت لوگ آتے جاتے تھے اور اُنہیں کھانا کھانے کی بھی فرصت نہ ملتی تھی - پس وہ کشتی میں بیٹھ کر الگ ایک ویران جگہ میں چلے گئے - اور لوگوں نے اُنہیں جاتے دیکھا - اور بہتیروں نے پہچان لیا اور سارے شہروں سے اکٹھے ہو کر پیدل اُدھر دوڑے اور اُن سے پہلے جا پہنچے (مرقس ۶: ۳۱-۳۳) جس شخص کی تعلیم اور تلقین نے ملک یہودیہ میں ایسی ہل چل مچا دی تھی اور جس کے کام دیکھنے اور کلام سننے کے لئے لوگ ٹڈی دل کی طرح جنگل اور پہاڑوں پر دوڑے جاتے تھے اُس کے فوری اثر کا پورا اندازہ آج دو ہزار برس کے بعد کر لینا مشکل ہے مگر پھر بھی انجیل کی تاریخ کے صفحے پر یہاں وہاں کچھ اشارات مل جاتے ہیں جن سے کچھ پتہ لگ سکتا تھا - مثلاً روٹی اور مچھلیوں کے معجزہ کے ذکر کے بعد مقدس یوحنا فرماتے ہیں "پس جو معجزہ اُس نے دکھایا وہ لوگ اُسے دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے" (یوحنا ۶: ۱۴) جب وہ

یروشلم میں داخل ہوا تو سارے شہر میں ہل چل پڑ گئی۔ اور لوگ کہنے لگے
یہ کون ہے؟ بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرۃ کا نبی یسوع ہے"
(متی ۲۱: ۱۰-۱۱) "اور بھیڑ میں سے بہتیرے اُس پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ
مسیح جب آئیگا تو کیا ان سے زیادہ معجزے دکھائیگا جو اُس نے دکھائے ہیں؟"
(یوحنا ۷: ۳۱) +

۴. جب فریسیوں نے یہ حال دیکھا تو اُن کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے۔ وہ یہ سوچنے لگے کہ کیونکر اس حیرت افزا ترقی کو روکیں جو دن دونی اور رات چوگنی ہوتی جاتی ہے۔ اُنہوں نے مجلسیں کرنا شروع کیں۔ آپس میں اقرار کیا کہ اب چھپائے نہیں چھپ سکتا اس شخص نے تمام لوگوں کو مرید کر ڈالا "پس فریسیوں نے آپس میں کہا سوچو تو تم سے کچھ نہیں بن پڑتا دیکھو جہان اس کا پیرو ہو چلا۔ (یوحنا ۱۲: ۱۹) تب اُنہوں نے ایک یہ تدبیر نکالی کہ علما سے فتوے دلایا۔ کہ "اگر کوئی اُس کے مسیح ہونے کا اقرار کرے تو عبادتخانے سے خارج کیا جاوے" (یوحنا ۹: ۲۲) جس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ "یہودیوں کے ڈر سے کوئی شخص اُس کی بابت صاف صاف نہ کہتا تھا" (یوحنا ۷: ۱۳) علانیہ اقرار سے بہت لوگ رُک گئے مگر اُن کے ایمان کی آگ ویسی ہی سلگتی رہی "حتےٰ کہ سرداروں میں سے بھی بہتیرے اُس پر ایمان لائے مگر فریسیوں کے سبب اقرار نہ کرتے تھے ایسا نہ ہو کہ عبادتخانہ سے خارج کئے جائیں" یہ کمزور مریدوں کا حال ہے جن کی نسبت مقدس حواری فرماتا ہے "وہ آدمیوں کی عزت کو خدا کی عزت سے زیادہ عزیز جانتے تھے" (یوحنا ۱۲: ۴۲ و ۴۳) +

ادھر فریسیوں نے تو یہ کیا اُدھر مریدوں کے دل میں جوش پیدا ہوا اور اُنہوں نے اس کا جواب دینا چاہا جس سے نہ صرف ایمان کا اقرار ہوتا بلکہ بڑے جوش کے ساتھ ہوتا جس پر خداوند اپنے مریدوں کو دلیر کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک بڑے گروہ نے یہ کہتے ہوئے کہ "جو نبی دُنیا میں آنیوالا تھا فی الحقیقت یہی ہے" چاہا کہ مسیح کو اپنا بادشاہ بنالیں اور سب کو علانیہ للکار دیں مگر خداوند نے اُن کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ اُن کا ساتھ چھوڑ کر کسی پہاڑ پر اکیلا چلا گیا۔ (یوحنا ۶: ۱۴ و ۱۵) کیونکہ وہ رُوحوں پہ شاہی کرنے آیا تھا نہ جسموں پر۔ پھر ایک اور مرتبہ جب آپ یروشلم میں داخل ہوگئے جہاں کہ فتوے دینے والے عالموں کا مسکن تھا تو آپ کے مریدوں نے راستے میں اپنے کپڑے ڈال ڈال کر فرش بچھا دیا۔ اور لوگوں نے درختوں کی ہری ڈالیوں سے سڑک کو سجایا۔ اور بھیڑ جو اُس کے آگے چلتی آتی تھی پکار پکار کر کہتی تھی کہ ابن داؤد کو ہوشعنا مبارک ہے۔ "وہ جو خداوند کے نام پہ آتا ہے عالم بالا پر ہوشعنا" (متی ۲۱: ۸ و ۹) اس گرمجوشی کو جو بہت ہی صلح اور آشتی کے ساتھ تھی خداوند نے روا رکھا۔ یہ وہ مرید تھے جو علانیہ اپنے ایمان کا اقرار کر کے یروشلم کی دیواروں کو ہلا رہے تھے۔ اور جب بعض فریسیوں نے اس سے کہا "اے استاد اپنے شاگردوں کو ڈانٹ" تو آپ نے جواب دیا "کہ اگر یہ چپ رہیں تو پتھر چلا اٹھینگے" (لوقا ۱۹: ۳۹ و ۴۰)

۵۔ مسیح کے شاگردوں کی یہ کثرت دیکھ کر دشمنوں کے دلوں پہ ہیبت چھا گئی تھی اور جب وہ خداوند کو گرفتار کرنے کی سوچتے تھے تو اُن کو

اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں کوئی بڑا بلوہ نہ ہو جائے وہ یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ خداوند کے شاگردوں کو تلوار چلانا حرام تھا کہ خداوند خود گرفتاری کے لئے تیار تھے اور اپنے مریدوں کو سمجھا چکے تھے کہ کوئی ہاتھ نہ ہلائے کہ صلیب ہی آپ کا تخت تھا جس پر بیٹھ کر وہ سارے جہان کو ابد تک تسخیر کرینگے وہ دو زخمی ہاتھ تھے جس سے آپ مملکتیں زیرو زبر کر دینگے کہ بادشاہ تو خلق خدا کے خون کی ندیاں بہا کر تخت تک پہنچے مگر ابن داؤد اپنے خون کو بہا کر خدا کی بادشاہت قائم کریگا +

رومی اور فریسی ناحق لرزتے تھے۔ فریسیوں نے اس کے پکڑنے کی کوشش کی پر لوگوں سے ڈرے " (مرقس ۱۲ : ۱۲) وہ اُس کے ہلاک کرنے کا موقع ڈھونڈھنے لگے کیونکہ اُس سے ڈرتے تھے اس لئے کہ سارے عام لوگ اُس کی تعلیم سے حیران ہوتے تھے " (مرقس ۱۱ : ۱۸) وہ اس جستجو میں لگے کہ اُسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں پر انہوں نے کہا کہ عید کو نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے (مرقس ۱۴ : ۱ و ۲) اور اس وجہ سے وہ یہ چال چلے کہ یہودا اسکریوتی کو ملایا۔ تاکہ بغیر ہنگامہ کے وہ اُسے اُن کے حوالے کر دے " (لوقا ۲۲ : ۶) +

ان چند آیات سے جو ہم اوپر لکھ چکے جو بطور جملہ معترضہ کے جگہ جگہ وارد ہیں یہ روشن ہو جاتا ہے کہ خداوند مسیح کے مریدوں کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں سے نہیں بلکہ لاکھوں سے گنی جاتی تھی جو کسی ایک شہر یا قصبہ میں نہ تھے بلکہ تمام ملک میں ہر بستی میں تمام ملکوں اور تمام گروہوں میں ساحروں میں

اور غریبوں میں حاکموں میں اور رعیت میں۔ عالموں میں اور جاہلوں میں۔ تجاروں میں کاشتکاروں میں اہل قلم میں اور اہل سیف میں۔ مزدوروں میں اور پیشہ وروں میں۔ مردوں میں اور عورتوں میں جو آیا سجدہ میں گرا جس نے دیکھا مطیع ہوا۔ یہی دیکھ دیکھ کر فقیہ اور فریسی جو اس ملت کے فرعون تھے بڑے یاس و حرمان سے کہتے تھے "سوچو تو تم سے کچھ نہیں بن پڑتا۔ دیکھو جہان اُس کا پیرو ہو چلا"

۴۔ یہاں تک جو کچھ ہم لکھ چکے۔ یہ عموماً مسیح کے یہودی مریدوں کی بابت تھا غیر یہودیوں میں سے بھی بہت سے آپ کے مرید تھے مثلاً سامریہ کے شہر سُخار میں شہر کے رہنے والوں میں سے بہت سے سامری ایک ہی دن میں ایمان لے آئے "اس شہر کے بہت سے سامری اُس عورت کے کہنے سے . . . . . . اُس پر ایمان لائے" اور اُنہوں نے دو روز تک مسیح کو اپنا مہمان رکھا اور اس اثنا میں اُن کے سوا "اور بہتیرے اُس کے کلام کے سبب ایمان لائے" (یوحنا ۴: ۳۹-۴۱)

اسی طرح ایک رومی سردار کی نسبت لکھا ہے کہ "وہ اور اُس کا سارا گھرانہ ایمان لایا" (یوحنا ۴: ۵۳) اور ہر معجزہ کا نتیجہ یہی ہوتا تھا۔ لوگ ایمان بھی لاتے تھے اور انکار بھی کرتے تھے۔ انکار تو سخت دلی کی وجہ سے تھا مگر ایمان توقع کے موافق۔ اگر اُن بہرے۔ اندھے۔ لنگڑے۔ کوڑھیوں۔ مفلوجوں۔ دیوانوں اور طرح طرح کے بیماروں کا شمار کیا جائے جن کو خداوند نے چنگا کیا یا مُردوں کا جن کو جلایا اور اُن کے

عزیزوں اور رشتہ داروں کا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کی قدرت دیکھی اور اُن صالح ایمانداروں کا بھی جو دیکھ کر خدا کی قدرت کا فطرۃً اعتراف کر لیتے ہیں اور اس کا خیال کیا جائے کہ خداوند نے ہزاروں معجزے دکھلائے تو ہماری آنکھ کے سامنے سے ایمانداروں کی فوجیں کی فوجیں گذر جاتی ہیں جن سے کئی رجمنٹیں بن سکتیں +

مرزا اور اُس کے چیلوں کی بے بصیرتی سے تو ذرا بھی تعجب نہیں آتا مگر ہم کو سرسید کی غلطی کا افسوس ہے کہ انہوں نے مسیح کے دوسرے درجہ کے حواریوں کو جن کی تعداد ستر تھی مگر جن کے نام سے ہم کو خبر نہیں جو خاص طور سے مثل بارہ حواریوں کے منتخب ہوئے تھے آپ کے کُل مریدوں کی تعداد سمجھ لیا جو بے شمار تھی جن میں سے کچھ لوگ جو کسی ایک جگہ صعود کے قبل اور صلیب و بعثت کے بعد خداوند کی زیارت کرنے کو پوشیدہ جمع ہوئے تھے ان کی تعداد " پانچ سو سے زیادہ تھی " (اول قرنتی ۱۵:۶) خداوند کے مریدوں کی تعداد اس کثرت سے تھی اور مسلمہ تھی کہ خداوند نے آپ اُس کو پلاطوس کے آگے اس دلیل میں پیش کیا کہ میری بادشاہت اس دُنیا کی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ آپ نے فرمایا "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہت اس دُنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑائی کرتے تاکہ مَیں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا " (یوحنا ۱۸:۳۶)۔ مسیح نے گویا اس میں یہ فرمایا۔ تجھ کو یہ معلوم ہے کہ میرے مُریدوں کی کتنی بڑی تعداد ہے۔ اگر مَیں اُن کو حکم دیتا تو وہ مخالف گروہ کو مغلوب کرنے کے لئے

کافی سے زیادہ تھی اور میں کبھی گرفتار نہیں ہو سکتا تھا لیکن اُنہوں نے تلوار نہیں چلائی جو وہ میرا حکم پا کر ضرور چلا سکتے تھے جب اُنہوں نے مقابلہ نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ میرا حکم اس کے خلاف تھا اور ایسا حکم نہ دیتا اگر میں دنیا میں بادشاہی کرنا چاہتا"۔ پلاطوس نے اس کا جواب نہیں دیا۔ ورنہ وہ یہ کہتا تیرے پاس خادم کہاں ہیں یا تیرے سو پچاس خادم کب تم سکتے تھے مگر پلاطوس قائل ہو گیا +

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے خداوند کی نہایت واضح تعلیم اپنے مُریدوں کو یہ تھی کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ اگر تم کو ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے میں بھاگ جاؤ۔ جو تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو اُس کے سامنے دوسرا بھی پھیر دینا۔ یعنی آپ نے مریدوں کو دفع ظلم کے صرف دو طریق بتلائے یا وہ جو قابیل نے اختیار کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ شہید ہو جاؤ مگر ہاتھ نہ اُٹھاؤ یا گریز پا۔ اور جب آپ نے اپنے رسولوں کو تلوار چلانے سے قطعی منع فرمایا جیسا ہم آگے اپنے مضمون عیسویت اور تلوار میں ثابت کرینگے۔ تو مرزا کا ان رسولوں کو "بھگوڑے" کہنا صرف اپنے ناپاک دل کی خباثت کا اظہار کرنا ہے جو شخص تلوار کھینچنا اور کشت وخون کے لئے میدان میں اترنا اپنا فرض سمجھے اور پھر پیٹھ دکھلائے اس کو بھگوڑا کہتے ہیں۔ مگر جن کو دفع شر کی بھی اجازت نہ ہو اور مرشد کا حکم ہو کہ بھاگ کر اپنی جان بچاؤ ان کو اس لقب سے یاد کرنا مردمی کی بات نہیں خصوصاً اُن لوگوں کو جو اپنا سنہ بھاگنے کی تاریخ سے شروع کرتے ہیں اور ہم نے

بار بار اس بات پر اصرار کیا کہ علیسویت کے سچے نمونہ مکہ والے اسلام میں ملتے ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ مرزا اور اُس کے گروہ کو چونکہ محمدی دین سے خارج کیا گیا ہے اس لئے اس کو حواریوں کی نسبت اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی آریہ کو +

مگر انصاف پسند لوگوں کو ہم یہ سمجھا دینا چاہتے ہیں کہ شاگرد اپنے خداوند کی گرفتاری گوارا نہ کر سکتے تھے۔ اور فطرۃً مارنے مرنے کو تیار بھی تھے بلکہ اس امر میں خداوند کی نافرمانی کرنے کی بھی جسارت کرتے تھے۔ کہ مقدس پطرس سے نہ رہا گیا۔ اور اُنہوں نے تلوار بھی کھینچ لی اس پر خداوند کو اُنہیں ڈانٹنا پڑا اور ان کو سمجھایا کہ "کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ کی منت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دیگا؟ مگر وہ نوشتے کہ یونہی ہونا ضرور ہے۔ کیونکر پورے ہونگے؟ ..... مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سارے شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے" (متی ۲۶: ۵۳ و ۵۴ و ۵۶) پس اب کیا چارہ تھا یا وہ خداوند کی نافرمانی کر کے مشیتِ ایزدی سے لڑتے اور اپنی عاقبت خراب کرتے یا وہی کرتے جو کیا یعنی بھاگ گئے اور خداوند کو منظور تھا کہ وہ لوگ بھاگ جائیں اور اُس کے ساتھ گرفتار نہ ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں کی رہائی کے لئے خداوند نے آپ اپنے گرفتار کرنے والوں سے درخواست کی کی تھی۔ پس "اگر تم مجھے ڈھونڈتے ہو تو انہیں جانے دو" (یوحنا ۱۸: ۸) مگر شاگرد برابر اڑے رہے۔ اور ایک لمحہ قبل از وقت نہ بھاگے یعنی اُس وقت

تک کہ خداوند مسیح نے قطعی طور پر سمجھا دیا کہ میری موت اور گرفتاری میں "نوشتے پُورے ہو رہے ہیں"۔ "تب سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"۔

یہ سچ ہے کہ مقدس پطرس نے انکار کیا اور اُس کا مقدس رسول کو ساری عمر قلق اور اقرار رہا جس کے باعث اُس نے اپنے دل کو پانی کر کے آنکھوں سے انڈیل دیا اور انجام کار اپنے خُون کو بھی اُسی صلیب پر بہایا مگر ہم پوچھتے ہیں کہ رسول کو اور کیا چارہ تھا اُس کی تلوار خداوند نے میان میں کرا دی اُس کو منع کر دیا کہ مقابلہ نہ کرے اور گرفتاری اور موت سے اُس کو نہ بچائے۔ پس اُس کی جان اُس وقت خداوند کے کام میں نہیں آ سکتی تھی اور حکم تھا کہ بھاگ جائے۔ لیکن محبت اور جوش نثاری کے ولولہ نے اُس کو پھر مجبور کیا کہ وہ اُس مقام تک چھپ کر پہنچے جہاں اُس کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی یا دیکھے کہ خداوند پر کیا بیتیا۔ یہ فعل اُس کا ذاتی ذمہ واری کا تھا جب پہچانا گیا اور ڈرا کہ ناکام رہے اور بلا دریافتِ حال واپس جائے۔ اُس نے جھوٹ بول کر اپنے تئیں پوشیدہ کیا اور جاسوسی میں لگا رہا لیکن جب انجام کار پھر بھی پہچانا گیا تو اُس نے قسم کے ساتھ اور اپنے اُوپر لعنت کر کے لوگوں کو یقین دلایا کہ میں مسیح کا ساتھی نہیں ہوں۔ قادیانی کہتا ہے "دو سب سے بڑا بہشت کی کنجیوں کا مالک تو پطرس تھا وہ بھی لعنت کر چکا"۔ کس پر؟ اپنے اوپر نہ کسی غیر کے اوپر۔ اُنہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہے: "خدا کی قسم میں اُسے نہیں جانتا اگر اُس سے مجھے کچھ واسطہ ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت"۔

حاشا ہم نہیں کہتے کہ مقدس پطرس نے اچھا کیا انہوں نے ضرور بُرا کیا اور اپنی بُرائی کا اعتراف کیا۔ انہوں نے جھوٹ بولا بلکہ ایک اور خطا کی کہ اُس مقام پر گئے جہاں جانے کے واسطے ان کو خداوند کی اجازت نہ تھی مگر انہوں نے ایک ایسے موقع پر جھوٹ بولا ایک ایسی غرض کے واسطے کہ ان کے جھوٹ کو ہر ملت اور مذہب نے بجز مسیحی دین کے تقیہ اور توریہ اور دروغ مصلحت آمیز کے نام سے روا رکھا ہے۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کو اور اپنی جان بچانے کو نہ کسی کو نقصان پہنچانے کو اور قرآن شریف نے تو اس کو صراحتہً قابل مواخذہ ہونے سے یہ کہکر مستثنےٰ کر دیا اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَان۔ مگر وہ نہیں جس پر زبردستی ہوئی اور اُس کا دل ایمان پر برقرار رہا (نحل ع ۱۴) مگر چونکہ معترض کو مسیح اور اُس کے رسولوں کے ساتھ گہری عداوت ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے وہ ناواقف ہے اس لئے اُس کے منہ سے اس قسم کے اعتراضوں کا نکلنا کچھ بھی تعجب کی بات نہیں ٭

مگر ہم سوچتے ہیں کہ ان لوگوں کے دل کیسے سیاہ ہونگے جن کی ہمدردی ظالم یہود کے ساتھ ہو اور مظلوم حواری کے خلاف۔ ان کے دل اس بات سے کڑھتے ہونگے کہ ہم کیوں اُس وقت نہ ہوئے کہ یہود کے ساتھ مسیح پر اور اُس کے رسولوں پر کچھ ظلم اپنے ہاتھ سے بھی کر سکتے۔ دو ہزار برس پہلے کیوں نہ پیدا ہوئے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ان لوگوں کی روحانی ہم جنسی سے آریہ لوگ تناسخ کی دلیل نہ پکڑیں کہ یہ لوگ انہیں مردودوں کی ناپاک اور خبیث

روحیں ہیں جو برابر چولے بدلتے ہوئے آخرکار پنجاب کے قصبہ قادیان میں مجسم ہوئیں +

پس مریدوں کا بہ تعمیل ارشادِ مرشد بھاگ جانا کسی طرح اُن کو انصافاً ملزم نہیں بناتا اور نہ اُن کی جان نثاری پر حرف لاتا ہے۔ جس کو مابعد کے سوانح نے روز روشن کی طرح آشکارا کر دیا بلکہ ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ ایک وہ شخص جس کے سر دو ہزار برس سے لعنت تھوپی گئی یعنی یہوداسکریوطی جس نے اپنے مرشد کے ساتھ وہ کیا جس کو جہان نے دغا بتلایا۔ اور ہمارے لئے اب تک ایک اسرار ہے جو کھلتا نہیں اُس نے بھی آزمائش کے لمحہ کے بعد ہی اپنی جان نثاری اور وفاداری کا ثبوت دیا جو اس حالت میں اُس کے لئے ممکن تھا۔ یعنی خود اپنے تئیں ہلاک کیا اور اُس روپیہ کو جس کے لالچ میں کہا جاتا ہے کہ اُس نے یہ حرکت کی تھی اُنہیں لوگوں کے مُنہ پر پھینک مارا جن کے ہاتھوں سے وہ ملا تھا +

ہم کو نہ مقدس پطرس کی معذرت کرنا منظور ہے نہ یہوداسکریوطی پر اس سے زیادہ تشدد کرنا جو اُس نے اپنے اوپر آپ کیا اور جس کا وہ مستوجب تھا مگر ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ ڈیڑھ دو برس کی صحبت نے اُن لوگوں کے دل میں ایسی بڑی جان نثاری اور وفاداری پیدا کر دی تھی کہ جن لوگوں کو ایک لمحہ لغزش لگی وہ بھی ایسی جلد سنبھل گئے اور اُنہوں نے اپنی جانیں پانی کی طرح اپنے

مرشد کے دین کی راہ میں بہائیں۔ اور یہ سب خالصتہً للہ۔ آرے کے اوپر لات مارنا قادیانی کے لیئے مشکل ہے ۔

"Akhar Hasil"

سلطان القلم

صابر ابن مسیح (مرحوم)